تاریخ و سیر

غلام احمد حریری شعبہ علوم اسلامیہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کا تجدیدی کارنامہ

اسم مبارک عبدالقادر، کنیت ابو محمدؐ اور لقب محی الدین تھا۔ متاخرین نے فرطِ عقیدت سے متعدد القاب کا اضافہ کر دیا۔ ولادت باسعادت ۴۷۰ھ مطابق ۸-۱۰۷۷ء اور وفات ۱۰ ربیع الاول ۵۶۱ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۱۶۶ء کو ہوئی۔ سیادتِ نسبی دونوں طرف سے حاصل تھی۔ والد ماجد کی طرف سے آپ حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی تھے۔ سایۂ پدری بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ ابتدائی زندگی کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ ۴۸۸ھ تا ۵۲۱ھ کے درمیانی عرصہ کے بارے میں صرف اس قدر معلوم ہے کہ آپ حج کے لیے تشریف لے گئے، اسی مدت میں آپ نے شادی کی اور آپ کے انچاس بچوں میں سے ایک بچہ ۵۰۸ھ میں پیدا ہوا، دیکھئے:

SHARTER ENECYCLOPEDIA OF ISLAM

BY H.A.R GIBH P.5

صرف ایک مصنف نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے مولد کا نام جیل ہے جو واسط اور بغداد کے درمیان ایک گاؤں کا نام ہے۔ دیگر تمام مصنفین اس بات پر متفق ہیں کہ جناب شیخ بحیرۂ خزر کے جنوبی صوبے جیلان کے ایک مقام نیف یا نیف (NAF OR NAIF) کے رہنے والے تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تحصیلِ علم کی غرض سے بغداد آئے اور تا وفات یہی شہر اُن کی سرگرمیوں کی جولانگاہ بنا رہا۔ (النجوم الزاہرۃ لابن تغری بردی ج ۵ ص ۶۹۸)

شیوخ اور اساتذہ:

آپ حنبلی مکتبِ فکر کے جیّد عالم تھے۔ دیگر شیوخ و اساتذہ کے علاوہ آپ نے ادب و لسانیات کی تعلیم مشہور ادیب التبریزی (المتوفی ۵۰۲ھ) سے، حنبلی فقہ کی تعلیم ابو الوفا بن العقیل (المتوفی ۵۱۳ھ) سے اور فنِ حدیث ابو محمد جعفر السراج (المتوفی ۵۰۰ھ) سے حاصل کیا۔

تصانیف: مارگولیتھ نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام مقالہ "عبدالقادر محی الدین جیلانی" میں

مندرجہ ذیل کتب کے نام تحریر کیے ہیں:

۱۔ غنیۃ الطالبین (فقہ حنبلی کی مشہور کتاب)

۲۔ فتوح الغیب (تصوف کے موضوع پر)

۳۔ الفتح الربانی (حضرت کے خطبات)

۴۔ جلاء الخاطر

۵۔ الیواقیت والحکم

۶۔ الفیوض الربانیہ

۷۔ حزب بشائر الخیرات

۸۔ المواہب الرحمانیہ

مارگولیتھ کہتے ہیں کہ یہ جملہ کتب شیخ کے فضل و کمال، تفقہ فی الدین اور علمی تبحر کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

پس منظر:

چوتھی صدی ہجری کے آخر میں تمام عالم اسلام پر فلسفۂ یونان کا اثر پڑ رہا تھا۔ ہر ذہین نوجوان اس کو شوق اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اسی صدی میں اخوان الصفاء کے نام سے فری میسن کے طرز کی ایک خفیہ انجمن بغداد میں قائم ہوئی، جس میں فلسفۂ یونان کو معیار قرار دے کر دینی افکار و عقائد پر گفتگو ہوتی تھی۔ اس انجمن کا منشور ان کے الفاظ میں یہ تھا:

> "اسلامی شریعت ضلالت و جہالت سے گندی ہو گئی ہے، اس کو صرف فلسفہ کے ذریعے پاک کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ فلسفہ اعتقادی حکمت اور اجتہادی مصلحت پر حاوی ہے۔ اب صرف فلسفۂ یونان اور شریعتِ محمدی کے امتزاج سے کمالِ مطلوب حاصل ہو سکتا ہے۔"
>
> (تاریخ فلاسفۃ الاسلام محمد لطفی جمعہ ص ۲۵۳)

فلسفہ کے ساتھ ساتھ اور اس کے زیر اثر ایک نیا فتنہ پیدا ہوا جو اسلام کے حق میں فلسفہ سے بھی زیادہ خطرناک تھا، یہ باطنیت کا فتنہ ہے۔ اس کے بانی و داعی ان قوموں کے افراد تھے جو اسلام کے مقابلہ میں اپنی سلطنتیں کھو چکے تھے یا شہوت پرست اور لذت پسند لوگ تھے جو اسلامی حدود و قیود سے گھبراتے تھے یا شخصی اقتدار و سیادت کے حریص تھے۔

یہ مختلف المقاصد لوگ باطنیت کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے باطنیت کا راستہ اختیار کیا۔ فلسفہ کے زیر اثر لوگوں میں دقیق اور غامض مضامین کا ایسا مذاق پیدا ہو گیا تھا کہ ایک طبقہ پر باطنیوں کا جادو چل گیا تھا۔ اس طرح باطنیوں نے ایسی خفیہ تنظیم قائم کر لی تھی جس سے طاقتور اسلامی حکومتیں عرصہ تک پریشان رہیں۔ عالم اسلام کی بعض لائق ترین ہستیاں (نظام الملک طوسی و فخر الملک وغیرہ) ان کا شکار ہوئیں۔ شیخ ابن الجوزی (المتوفی ۵۹۷ھ) نے لکھا ہے کہ اصفہان میں اگر کوئی شخص عصر تک اپنے گھر واپس نہ جاتا تو سمجھ لیا جاتا کہ وہ کسی باطنی کا شکار ہو گیا۔ اس بدامنی کے علاوہ انہوں نے علم و ادب کو بھی متاثر کیا اور دین کے اصول و نصوص اور قطعیات کی تاویل و تحریف کر کے الحاد کا دروازہ کھول دیا۔

ان فطری و نظری مفاسد کے علاوہ لوگ عام طور سے اخلاقی گراوٹ کا شکار تھے مسلمانوں کی بڑی تعداد عام اخلاقی کمزوریوں، علمی کوتاہیوں اور غفلت و جہالت کا شکار تھی مطلق العنان حکومت نے مسلمانوں کے اخلاق کو بگاڑ دیا تھا اور بڑی تعداد میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا تھا جس کا مقصدِ زندگی حصولِ دولت یا جاہ و عزت تھا۔ یہ لوگ آخرت سے غافل اور عیش میں مست تھے۔ عجمی تہذیب و معاشرت نے اسلامی زندگی میں اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے۔ عجمی عادات اور جاہلی رسوم جزوِ زندگی بن گئی تھیں، زندگی کا معیار بہت بلند ہو گیا تھا۔ متوسط طبقہ امراء کے نقشِ قدم پر گامزن تھا۔ عوام اور محنت کش متوسط طبقہ کے اخلاق و عادات سے متاثر ہو رہے تھے جن کو وسائلِ معیشت حاصل تھے وہ غلط طریقہ پر ان کو استعمال کر رہے تھے۔ جو امیرانہ ٹھاٹھ سے محروم تھے وہ اپنے کو چوپایہ سے بدتر سمجھتے تھے۔ اہلِ دولت ایثار و ہمدردی سے خالی اور تنگدست اور محنت کش صبر و قناعت اور خودداری سے عاری ہوتے جا رہے تھے۔

اس طرح زندگی ایک بحرانی کیفیت سے دوچار تھی۔ اس وقت ایک ایسی دعوت کی ضرورت تھی جو دُنیا طلبی کے رجحان کو کم کرے، آخرت کے یقین کو ابھارے، خدا طلبی کا ذوق پیدا کرے، اللہ تعالیٰ کی سچی معرفت، اس کی بندگی میں عالی ہمتی اور بلند حوصلگی سے کام لے اور اس راستے میں سبقت کرنے کی دعوت دے۔ ایسی دعوت مطلوب تھی جس میں توحیدِ کامل کو واشگاف بیان کیا جائے۔ اہل دنیا اور اربابِ دولت کی بے وقعتی کو پوری

وضاحت سے لوگوں کے سامنے رکھا جائے۔ یہ تمام حالات اس امر کے متقاضی تھے کہ کچھ غیر معمولی قسم کے بلند پایہ داعی اور مبلغ پیدا ہوں جو ان تمام مفاسد کا ازالہ کر کے لوگوں کو اسی فطری دینی ذوق سے آشنا کریں جو قرنِ اُولیٰ کے مسلمانوں کی خصوصیت تھی۔

حضرت شیخ کا عصر و عہد اور ماحول:

حضرت شیخ اٹھارہ سال کی عمر میں ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے۔ یہی وہ سال ہے جس میں امام غزالیؒ نے تلاشِ حق و حصولِ یقین کے لیے بغداد کو خیرباد کہا تھا۔ یہ محض اتفاق نہیں کہ بغداد کا شہر جب ایک جلیل القدر امام سے محروم ہوا تو دوسرا بلند پایہ مصلح اور داعی الی اللہ وہاں پہنچ گیا۔ (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۱۲ ص ۲۴۹، ذیل طبقات الحنابلہ ابن رجب)

غزالیؒ اور ابن الجوزیؒ:

پانچویں صدی، ہجری تاریخِ اسلام میں خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس صدی کے عین نصف یعنی ۴۵۰ھ میں امام غزالی کی ولادت ہوئی۔ ان کی عہد آفریں تصنیفات نے علمی حلقوں میں ایک ذہنی اور فکری حریت پیدا کر دی۔ اسلام کی جو چند شخصیتیں صدیوں تک عالمِ اسلام کے دل و دماغ اور اس کے علمی و فکری حلقوں پر حاوی رہیں ان میں سے ایک امام غزالی کی شخصیت بھی ہے جن کی اثر آفرینی، علمی پایہ، ان کی تصنیفات کی اہمیت اور تاثیر موافق و مخالف سب تسلیم کرتے آئے ہیں۔ صدہا انقلابات کے بعد ان کا نام اور کام آج بھی زندہ ہے۔ امام غزالی کی ولادت کے بیس برس بعد ۴۷۰ھ میں سید جیلانی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ جناب شیخ کے ٹھیک ۳۷ سال بعد ۵۰۸ھ میں شیخ عبدالرحمٰن ابن الجوزی پیدا ہوئے جو اپنے عصر و عہد کے یگانۂ روزگار مفسّر، محدّث، مؤرخ، نقّاد، مصنّف اور خطیب ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ان کی ضخیم تصنیفات موجود ہیں۔

ایک بلند پایہ داعی کی ضرورت:

اس مردم خیز عہد اور بغداد جیسی شاداب سرزمین میں وقیع دینی خدمات اور اذہان و طبائع کا رُخ موڑنے کے لیے اعلیٰ علمی صلاحیت اور جامع کمالات شخص کی ضرورت تھی جو اس عصر و عہد کے تمام مروجہ علوم میں بلند پایہ رکھتا ہو۔ وہ اس زمانہ کی معیاری زبان میں گفتگو کرتا ہو۔ اس کی مجلس میں ہر ذوق کے لوگوں کو حظ حاصل ہو۔ اور کوئی اس کو "عابد جاہل" یا "واعظ بے علم" کہہ کر نظر انداز نہ کر سکے۔ ضعیف الایمان لوگوں کو اس کی مجلسِ وعظ اور حلقۂ درس

میں یقین کی قوت، ایمان کی حرارت، اہل شک وارتیاب کو شرح صدر کی دولت، مضطرب طبائع اور مجروح دلوں کو سکونِ قلب کی نعمت، حقائق ومعارف کے طالبین کو دقیق علوم اور لطیف مضامین کا خزانہ اور بے عمل اور افسردہ دلوں کو قوتِ عمل حاصل ہو۔

اس پرا ز کمالات عصر وعہد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں از سرِ نو ایمانی حرارت و حرکت اور توبہ وانابت کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے مذکورہ صدتینوں ہستیوں کو پیدا کیا جنکی ذات سے دین کو بڑی قوت حاصل ہوئی۔ ذوق ورجحان طبع کے اختلاف کے باوجود تینوں نے اپنے اپنے زمانہ میں مسلمانوں کی زندگی پر بڑا گہرا اثر ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے دین کو ان سے بڑا نفع پہنچایا۔ اس میں بھی خدا کی بڑی حکمت تھی کہ بغداد ان کے قیام ودعوت کا مرکز تھا۔ جو عالمِ اسلام کا مرکزِ اعصاب اور اس کا علمی اور سیاسی دارالسلطنت تھا۔ ان اصحاب ثلاثہ میں سے امام غزالی، شافعی مکتبِ فکر کے ساتھ وابستہ تھے جب کہ سید عبدالقادر جیلانی اور ابن الجوزی کا تعلق حنبلی مدرسۂ فکر کے ساتھ تھا۔

اس مختصر مقالہ میں ان اصحاب سہ گانہ کے گُل سر سبد حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اصلاحی وتجدیدی مساعی کا مختصر تذکرہ مطلوب ہے اس لیے کہ یہ مختصر مقالہ تو کیا، ضخیم کتب بھی اس بحرِ ناپیدا کنار کی تفصیلات کو سمونے کی متحمل نہیں ہو سکتیں ؎

حسنِ بیانِ شوق بپایاں نمی رسد
کوتاہ ساز قصۂ زلفِ دراز را!

اصلاحی وتجدیدی مساعی:

۱۔ دعوت وتبلیغ:

شیخ دنیوی ساز وسامان سے بے نیاز تھے اور کسی کی پرواہ کیے بغیر کلمۂ حق بیان کرتے تھے۔ دربارِ خلافت بھی آپ کے مواعظِ حسنہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ شیخؒ کی صداقتِ لسانی، فصاحت وبلاغت اور اندازِ خطابت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور آپ کی شیریں کلامی اسلام کی نشرواشاعت میں بڑی مفید ثابت ہوئی۔ پچاس سال کی عمر میں آپ نے ایک مجلس میں پہلا وعظ کیا۔ ان کے وعظ ودرس کا چرچا بہت جلد دُور دُور تک ہونے لگا۔ اس کے چھ سال بعد ان کے شیخ المخرمی کا مدرسہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔ یہاں ان کے اہم مشاغل، افتاء، تدریسِ حدیث وفقہ اور وعظ وتبلیغ تھے۔ ان کا طرزِ خطاب اس قدر

دلکش تھا کہ دنیائے اسلام کے تمام حصوں سے بے شمار سامعین حاضر ہو کر ان سے مستفید ہونے لگے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ رقمطراز ہیں:

"مجلس آں حضرت ہرگز از جماعۃ یہود و نصاریٰ و امثال ایشاں کہ بر دست او بیعت اسلام آوردندی و از طوائف عصاۃ از قطاع طریق و ارباب بدعت فساد در مذہب و اعتقاد کہ تائب می شدند خالی نبودی آز یہود و نصاریٰ بیشتر از پانصد و از طوائف دیگر بیش از صد ہزار بر دست او تائب شدند"

(اخبار الاخیار ص ۱۳)

"آپ کی مجلس یہود و نصاریٰ اور اس قسم کے لوگوں سے کبھی خالی نہ ہوتی جو حاضر ہو کر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتے۔ رہزن، شریعت کے نافرمان مفسد اور بدعتی لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کیا کرتے تھے۔ پانچ صد سے زیادہ یہود و نصاریٰ اور دیگر گروہوں میں سے ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور تائب ہوئے۔"

ان کی مجلس میں صدہا اہلِ علم قلم اور کاغذ لے کر بیٹھتے۔ عوام کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ گویا سارا بغداد شیخ کے وعظ پر امڈ آتا۔ درس گاہ میں ناکافی جگہ ہونے کے باعث شیخ کی مجلس وعظ شہر سے باہر عیدگاہ بغداد کے کھلے احاطے میں منعقد کی جانے لگی، جہاں اہلِ بغداد کے علاوہ دیگر بستیوں کے لوگ بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر آتے۔ سواروں کی صفیں مجلس کے اردگرد فصیلِ شہر کی صورت اختیار کر لیتیں (دائرۃ المعارف للبستانی ج ۱۱ ص ۶۲۱)

شیخ کے سلسلۂ مواعظ کے پیچھے یہ احساس کارفرما نظر آتا ہے کہ ملتِ اسلامیہ زوال کی زد پر ہے، جس سے بچاؤ کے لیے دوسری کوئی قوت عالمِ اسلام میں سرگرمِ عمل نہیں۔ خطیب کا یہ احساس اس جذبے میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ عالمِ اسلام کے مرکز بغداد میں کھڑے ہو کر کم از کم ایک صدا تو درد و بلند کی جائے۔ شیخ کے ایک وعظ سے ایک اقتباس اردو میں ملاحظہ ہو:

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھر رہی ہے۔ اے باشندگانِ زمین! آؤ تاکہ جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کر دیں۔ یہ چیز ایک شخص سے پوری نہیں ہوتی، سب ہی کو مل کر کام کرنا

چاہیے۔ اے سورج، اے چاند اور اے دن تم سب آؤ"۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۲۰۰)

حکام اور امراء کے لیے بھی امر بالمعروف کے سلسلے میں شیخ کے ہاں کسی رعایت کی گنجائش نہ تھی۔ ایک معاصر خلیفہ المقتفی لامر اللہ نے ابوالوفا یحییٰ بن سعید کو عہدۂ قضا تفویض کیا حالانکہ یہ شخص "ابن المزحم الظالم" کے لقب سے معروف تھا۔ اس موقع پر شیخ نے خلیفۂ وقت کے اس اقدام کی بر سرِ منبر مذمت کی اور دورانِ وعظ خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو "اظلم الظالمین" ہے کل کو قیامت کے دن اس رب العالمین کو کیا جواب دو گے جو ارحم الراحمین ہے؟"

خلیفہ تک یہ بات پہنچی تو کانپ اٹھا اور قاضی مذکور کو فی الفور معزول کر دیا۔

(قلائد الجواہر ص ۶)

اتباع شریعت:

صحیفۂ زندگی کی ہر سطر شرعی احکام کے مطابق تھی۔ وعظ بیان فرماتے تو قرآنِ مجید سے، مکتوب تحریر فرماتے تو بھی اسی سرچشمۂ نورِ ہدایت سے۔ تعلیمات میں سب سے زیادہ زور پابندئ شریعت اور اتباعِ سنت پر ہوتا۔ بڑے صاحبزادے سیف الدین عبدالوہاب نے عرض کی، حضرت کچھ وصیت فرمائیے، ارشاد ہوا:

"عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ وَطَاعَتِهٖ وَلَا تَخَفْ أَحَدًا وَلَا تَرْجُ وَكِلِ الْحَوَائِجَ إِلَى اللهِ وَاطْلُبْهَا مِنْهُ وَلَا تَثِقْ بِأَحَدٍ سِوَى اللهِ خُذِ التَّوْحِيْدَ، التَّوْحِيْدَ، التَّوْحِيْدُ إِجْمَاعُ الْكُلِّ"

(فتوح الغیب)

"اللہ کے تقویٰ اور اطاعت کو اپنے اُوپر لازم رکھو، بجز اللہ کے کسی کا خوف نہ رکھو اور نہ ہی کسی سے امید وابستہ کرو، سب حاجات و ضروریات اللہ کو تفویض کر دو اور اسی سے طلب کرو۔ اللہ کے سوا کسی کا بھروسہ نہ رکھو توحید کا دامن تھامے رہو، اسی پر سب کا اتفاق ہے۔"

عبادت و ریاضت کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شیطان اسی کی آڑ لے کر حملہ آور ہوا، چنانچہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے بہت بڑا نور نظر آیا، جو

دیکھتے دیکھتے سارے افق پر چھا گیا، اس میں سے آواز آئی "اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے تیرے لیے حرام چیزوں کو حلال کر دیا" میں نے لاحول ولا قوۃ پڑھ کر کہا، "دور ہو ملعون" پھر وہ نور تاریکی میں تبدیل ہو گیا اور اس میں سے آواز آئی،

"عبدالقادر! تو اپنے علم کی قوت سے بچ گیا ورنہ میں تجھ جیسے ستر کاملوں کو گمراہ کر چکا ہوں"

میں نے کہا، "ملعون تو اب بھی مجھے گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے، کہتا ہے کہ تم اپنے علم کی قوت سے بچ گئے، حالانکہ مجھے بچانے والی میری کوئی بھی قوت نہیں، محض اللہ کا فضل و کرم ہے" (الطبقات الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۲۰ و طبقات الحنابلہ ابن رجب)

صاحب "گلستان" شیخ سعدی کا زمانہ حضرت جیلانی سے کچھ ہی بعد کا تھا۔ شیخ سعدی ایک واسطہ سے آپ کے مرید بھی تھے اس لیے کہ شیخ سعدی حضرت شہاب الدین سہروردی کے مرید تھے اور حضرت سہروردی حضرت جیلانی کے خلیفہ تھے۔ شیخ سعدی سید جیلانی رحمہ کے ذوقِ عبادت میں لکھتے ہیں:

"عبدالقادر جیلانی را دیدند کہ در حرم کعبہ روئے بر حصا نہادہ بود می گفت اے خداوند ببخشائے واگر مستوجب عقوبتم مرا بروز قیامت نابینا برانگیز تادر روئے نیکاں شرمسار نباشم" (گلستان باب ۲ حکایت ۲)

آپ فرماتے ہیں:

"اگر حدود الٰہی میں سے کوئی حد ٹوٹتی ہو تو سمجھ لو کہ تم فتنہ میں پڑ گئے ہو اور شیطان تم سے کھیل رہا ہے فوراً شریعت کی طرف رجوع کرو اور اس کی مضبوطی سے تھام لو نفس کی خواہشات کو ترک کر دو، اس لیے کہ ہر وہ حقیقت جس کی شریعت تائید نہیں کرتی، باطل ہے۔" (الطبقات الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۲۰)

سید جیلانی اور تصوف:

شیخ ایسے عصر و عہد میں بقیدِ حیات تھے جب تصوف کا عروج تھا اور صوفیہ کا مسلک وسعت سے ہمکنار ہو رہا تھا۔ شیخ کے استاد ابن عقیل کٹر حنبلی تھے اور تصوف کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ دیگر حنابلہ نے بھی تصوف کے متعلق یہی روش اختیار کی تاہم حنابلہ کے اندر ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے تصوف کی تائید و حمایت میں

کتابیں تصنیف کیں اور مخالفین کے ساتھ مناظرے کیے، ان میں الانصاری الہروی (المتوفی ۴۸۱ھ) کا نام پیش پیش ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کے شاگرد ابن القیمؒ نے مدارج السالکین لکھ کر تصوف میں بڑا نام پایا۔ اسی طرح ابن الجوزی (المتوفی ۵۹۷ھ) کٹر حنبلی ہونے کے باوجود ایسی مجالس منعقد کیا کرتے جو صوفی عقائد سے ہم آہنگ ہوتی تھیں۔ (رحلۃ ابن جبیر ص ۲۲۳)

صوفیہ اور معتقدین کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لِاَھْلِ الْمُجَاھَدَۃِ وَاُولِی الْعَزْمِ عَشْرُ خِصَالٍ جَرَّبُوْھَا لِاَنْفُسِھِمْ فَاِذَا اَقَامُوْا وَاَحْکَمُوْھَا بِاِذْنِ اللہِ تَعَالٰی وَصَلُوْا اِلَی الْمَنَازِلِ الشَّرِیْفَۃِ"

"اہلِ مجاہدہ اور اولو العزم صوفیہ کو دس باتوں کی پابندی کرنی چاہیے جن کو انہوں نے آزمایا ہے۔ جب وہ ان کی پابندی کریں گے تو بلند مراتب پر فائز ہوں گے۔"

وہ امور عشرہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ خدا کی قسم کسی حالت میں بھی نہ کھائی جائے، نہ سچے ہونے کی حالت میں نہ جھوٹے، نہ ہی دانستہ اور نہ نادانستہ۔

۲۔ دروغ گوئی سے اجتناب کیا جائے، سنجیدہ یا غیر سنجیدہ کسی طرح بھی جھوٹ نہ بولا جائے۔

۳۔ وعدہ کی خلاف ورزی سے احتراز کیا جائے۔

۴۔ کسی پر لعنت کی جائے نہ کسی کو ایذا دی جائے۔

۵۔ کسی کے لیے بددعا نہ کی جائے، وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو۔

۶۔ کسی اہل قبلہ کو حتمی طور پر مشرک، کافر، یا منافق نہ کہا جائے۔

۷۔ جو چیز گناہ کی موجب ہو نہ اس کو دیکھا جائے نہ اس کا ارادہ کیا جائے۔ اپنے اعضاء کو بھی اس سے روکا جائے۔

۸۔ مخلوقات میں سے کسی کا دستِ نگر نہ ہو بلکہ تمام مخلوقات سے بے نیاز ہو جائے۔

۹۔ لوگوں کی کسی چیز میں طمع نہ رکھے نہ اس کا امیدوار ہو، اس لیے کہ یہی چیز عزت کی موجب اور اصلی تونگری ہے۔

۱۰۔ عجز و انکسار کا شیوہ اختیار کرے کہ اس سے اس کا درجہ بلند ہو گا۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۸۷)

بدعت کی مذمت:

بدعت کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إِنَّ إِمَامَنَا أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قَالَ مَنْ سَلَّمَ عَلَىٰ صَاحِبِ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَحَبَّهُ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ تَحَابُّوا وَلَا يُجَالِسُهُمْ وَلَا يَقْرُبُ مِنْهُمْ وَلَا يُهَنِّيهِمْ فِي الْأَعْيَادِ وَأَوْقَاتِ السُّرُورِ وَلَا يُصَلِّيْ إِذَا مَاتُوا وَلَا يَتَرَحَّمُ عَلَيْهِمْ إِذَا ذُكِرُوا بَلْ يُبَايِنُهُمْ وَيُعَادِيهِمْ فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مُعْتَقِدًا بُطْلَانَ مَذْهَبِ أَهْلِ بِدْعَةٍ مُحْتَسِبًا بِذٰلِكَ الثَّوَابَ الْجَزِيْلَ وَالْأَجْرَ الْكَثِيْرَ." (الغنیۃ ص ۸۰)

"ہمارے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ کسی بدعتی کو سلام کہنا گویا اس کے ساتھ محبت کرنا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، سلام کو خوب پھیلاؤ کہ اس سے تمہارے درمیان محبت بڑھے گی۔ نہ کسی بدعتی کی ہم نشینی کرے، نہ ان کا قرب حاصل کرے، نہ عید اور خوشی کے مواقع پر ان کو مبارکباد کہے۔ جب مر جائے تو نہ اس کا جنازہ پڑھے نہ ان کے لیے رحمت کی دعا کرے۔ ان سے علیحدگی اختیار کرے اور خدا کے لیے ان سے عداوت رکھے، یہ عقیدہ رکھے کہ اہل بدعت کا مذہب باطل ہے اور ایسا کرنے میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھے"

مزید فرماتے ہیں:

"وَإِذَا عَلِمَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ رَجُلٍ أَنَّهُ مُبْغِضٌ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ رَجَوْتُ اللهَ أَنْ يَغْفِرَ ذُنُوبَهُ وَإِنْ قَلَّ عَمَلُهُ وَإِذَا رَأَيْتَ مُبْتَدِعًا فِي طَرِيْقٍ فَخُذْ طَرِيْقًا آخَرَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ السِّجِسْتَانِيِّ أَنَّهُ قَالَ إِذَا حَدَّثْتَ الرَّجُلَ بِالسُّنَّةِ فَقَالَ دَعْنَا مِنْ هٰذَا وَحَدِّثْنَا بِمَا فِي الْقُرْآنِ فَاعْلَمْ أَنَّهُ ضَالٌّ." (الغنیۃ ص ۸۰)

"جب کسی شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ بدعتی شخص سے عداوت رکھتا ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا اگرچہ اس کے نیک اعمال کم ہوں۔ اگر بدعتی آدمی آتا دیکھو تو راستہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیا

کرلو۔ ابوایوب سجستانی فرماتے ہیں، جب تم کسی شخص کو حدیث سناؤ اور وہ کہے کہ "چھوڑیئے مجھے قرآن سے کچھ بتائیے" تو جان لو کہ ایسا شخص گمراہ ہے۔"

یہ وہ دور تھا جس میں شیخ نے عملی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ ان کی مایۂ ناز تصنیف "الغنیہ" حنبلی فقہ کی کتاب ہے۔ اس کے آغاز میں دینی احکام و فرائض کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ یہ تفصیل حنبلی فقہ کے عین مطابق ہے جس میں رفع الیدین اور آمین بالجہر کا تذکرہ بھی ملتا ہے، بایں ہمہ کتاب کے آخر میں تصوف اور طریقت سے متعلق مباحث مذکور ہیں، جن میں مبتدی مریدین سے لے کر شیوخِ طریقت تک کے لیے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ اس عظیم تالیف کے مندرجات میں شریعت و طریقت کا لبِ لباب بیان کرتے ہوئے مسلمانوں میں ایمان و عمل کے احیاء کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ شیخ کی حنبلیت ان کے صوفی صافی ہونے میں حائل نہیں ہوئی۔ اس کتاب میں اگرچہ مجاہدات اور ریاضات کی ممانعت نہیں کی گئی، تاہم ان کی اجازت بعض شرائط کے ساتھ ہی دی گئی ہے۔ شیخ عبدالقادر نے فنی و اصطلاحی پیچیدگیوں سے ہٹ کر تصوف کو واضح اور سادہ اسلوب دیا۔ ان کی تصنیفات اس اعتبار سے صوفیانہ ادب میں بڑا اہم مقام رکھتی ہیں، انہوں نے تصوف کی زبان کو عام فہم بنایا اور تصوف کے ساتھ وابستگی کے دروازے عام آدمی کے لیے بھی کھول دیے۔ ایک صوفی عالم اور داعی کی حیثیت سے شیخ نے چالیس برس تک لوگوں میں وعظ و تلقین کا کام کر کے عملاً ثابت کر دیا کہ تصوف و طریقت پر محض اہلِ خلوت کی اجارہ داری درست نہیں۔ شیخ عبدالقادر تصوف میں پراسرار رمزیت، جو باطنیہ یا غیر متشرع متصوفین کو تقویت پہنچاتی تھی، کے خلاف تھے۔ وہ طریقت کو شریعت کے ساتھ ہم آہنگ اور کھلی شاہراہ کی طرح کشادہ دیکھنا چاہتے تھے۔ منصور الحلاج کے بارے میں انہوں نے کہا تھا:

"منصور الحلاج کے دور میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا اور اسے اس کی لغزش سے باز رکھتا۔ اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو منصور کے معاملے کو اس صورتِ حال سے بچاتا جو اس نے اختیار کر لی تھی۔"

(اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ)

شیخ نے بیعت اور خانقاہی تربیت کے طریقوں کو بھی مرکزِ توجہ بنایا۔ بیعت کا طریقہ

اہلِ ارشاد میں پہلے سے مروج تھا، لیکن شیخ نے اسے وسعت اور تازگی بخشی اور نظم وضبط بھی عطا کیا۔ شیخ کی زندگی میں ان کا جاری کردہ طریقۂ قادریہ لاکھوں نفوس کو فیضیاب کر چکا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے خلفاء اور قادری خانقاہوں کا سلسلہ نہ صرف عالمِ اسلام میں اصلاح ورشد کی ایک وسیع تحریک کی صورت اختیار کر گیا بلکہ غیر مسلموں میں اشاعتِ اسلام کا ایک مؤثر ذریعہ بھی ثابت ہوا۔ شیخ کے بعد ممتاز صوفیہ نے روحانیت اور سلوک میں شیخ کے علوِ مقام کا تذکرہ کیا ہے۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے شیخ عبدالقادر کے روحانی مقام کو شیخ ابن عربی کی طرح "مرتبۂ قطبیت کبریٰ وولایت عظمیٰ" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ ص ۲۰۲۔ اخبار الاخیار ص ۱۱)

شیخ نے اپنے خطبات میں بھی اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ خطبات الفتح الربانی ۶۲ خطبات مطبوعہ قاہرہ سنہ ۱۳۰۲ھ اور فتوح الغیب (۷۸ مقالات) کی صورت میں موجود ہیں۔ ان خطبات میں تصوف کی اصطلاحات استعمال کرنے سے احتراز کیا گیا ہے۔ یہ خطبے سامعین کے بڑے بڑے اجتماعات میں دیے گئے تھے۔ ان میں شیخ نے جس تصوف کی تعلیم دی ہے وہ نفس وہویٰ کے خلاف جہاد کرنے پر مشتمل ہے جو جہاد بالسیف سے بھی افضل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شرکِ خفی یعنی اپنے نفس کے بت کی پرستش کی مذمت کی گئی ہے۔ شیخ ان خطبات میں بتاتے ہیں کہ جملہ مخلوقات کے اصنام پر غلبہ حاصل کرنے، ہر خیر وشر میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو کارفرما دیکھنے اور اس کی شریعت کے مطابق اس کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا نام تصوف ہے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲ ص ۹۲۸)

فتوح الغیب میں فرماتے ہیں،

"اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَلَا تَمْرُقُوْا وَوَحِّدُوْا وَلَا تُشْرِکُوْا وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ وَنَزِّھُوا الْحَقَّ وَلَا تَتَّھِمُوْا وَصَدِّقُوْا وَاصْبِرُوْا وَلَا تَجْزَعُوْا وَاجْتَمِعُوْا عَلَی الطَّاعَۃِ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا" (فتوح الغیب مقالہ دوم ص ۱۰)

"سنت کی پیروی کرتے رہو اور بدعت کی راہ اختیار نہ کرو، اطاعت کرو اور اطاعت کے دائرہ سے باہر نہ ہو۔ توحید کو مانو اور کسی کو اس کا شریک نہ

ٹھہراؤ۔ وہی جو کچھ چاہتا ہے اپنی مشیت سے کرتا ہے، اس کو ہر عیب سے پاک سمجھو اور اس پر تہمت نہ لگاؤ اور تصدیق کرو اور شک میں نہ پڑو۔ صبر سے کام لو اور بے صبری نہ کرو، اطاعت پر جمے رہو اور جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو۔"

توحید خالص:

شیخ کے عصر و عہد میں اکثر لوگ اہل حکومت اور ارباب دولت کے دامن سے وابستہ تھے، انہوں نے مختلف انسانوں کو نفع و ضرر کا مالک سمجھ لیا تھا۔ اسباب کو ارباب کا درجہ دیتے تھے، حضرت شیخ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"کل مخلوقات کو یوں سمجھو کہ بادشاہ نے جس کا ملک بہت بڑا اور رعب و داب دل ہلا دینے والا ہے۔ ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں کڑا ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں ایک نہر کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پاٹ بہت بڑا تھا، بہت گہری، بہاؤ بہت زوروں پر ہے، لٹکا دیا ہے اور خود ایک بلند کرسی پر تشریف فرما ہے اور اس پر پہنچنا مشکل ہے اس کے پہلو میں اسلحہ کا انبار ہے جس کی مقدار خود بادشاہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اب ان میں سے جو چیز چاہتا ہے اٹھا کر اسے لٹکے ہوئے قیدی پر چلاتا ہے تو کیا یہ تماشا دیکھنے والے کے لیے بہتر ہو گا کہ وہ سلطان کی طرف سے نظر ہٹا لے، اس سے خوف و امید ترک کر دے اور لٹکے ہوئے قیدی سے امید و بیم رکھے۔ کیا جو شخص ایسا کرے بے عقل، دیوانہ، چوپایہ نہیں ہے؟ خدا کی پناہ بینائی کے بعد نابینائی، ترقی کے بعد تنزل، ہدایت کے بعد ضلالت اور ایمان کے بعد کفر سے۔" (فتوح الغیب مقالہ ۱۷)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے۔ اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے۔ اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے، اپنا ہاتھ اسے دو جو تم کو گرنے سے سنبھال لے گا اور تم کو جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا، ہلاکتوں سے بچائے گا، میل کچیل سے صاف

کرے گا۔ کہاں چلے تم اس خدا کو چھوڑ کر جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، دلوں کی محبت، روحوں کا اطمینان، گرانیوں سے سبکدوشی، بخشش و احسان، ان سب کا رجوع اسی کی طرف ہے اور اسی کی طرف سے اس کا صدور رہے۔"

(فتوح الغیب مقالہ ۶۳)

"ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اسی کا فعل تیرے اندر اور مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے جو کچھ تیرے لیے مفید یا مضر ہے اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہو سکتا جو موحد اور نیکو کار ہیں وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔ بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ سے پاک بنایا اور قلب کے دروازہ پر توحید کی تلوار لے کر کھڑا ہو گیا۔" (فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی مجلس ۱۳)

"آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر، مخلوق پر، اپنے دیناروں پر، اپنے شہر کے حاکموں پر۔ ہر چیز کہ جس پر تو اعتماد کرے وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس پر نفع اور نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے، اور تو یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری کرنے والا ہے، وہ تیرا معبود ہے۔"

(فیوض یزدانی مجلس ۲۰)

ایک موقع پر فرمایا:

"شرک محض صنم پرستی کا نام نہیں بلکہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا یا اللہ کے علاوہ غیر اللہ کی طلب کرنا یہ سب شرک میں داخل ہیں۔"

(فتوح الغیب ص ۴۲، ۴۳)

دنیا کی حقیقت:

حضرت شیخ رہبانیت کے قائل نہیں وہ دنیا کے استعمال اور اس سے بقدر ضرورت انتفاع سے منع نہیں فرماتے البتہ اس کی پرستش، غلامی اور اس سے قلبی تعلق اور عشق سے منع فرماتے ہیں۔ ان کے مواعظ در حقیقت حدیث نبوی:

"اِنَّ الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ وَاِنَّكُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَةِ"

(بے شک دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا

کیے گئے ہو) کے مصداق ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں:

"دُنیا میں سے اپنا مقسوم اس طرح مت کھا کہ وُہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو بلکہ اس کو بادشاہ کے دروازے پر اس طرح کھا کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور وُہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے کھڑی ہو۔ دُنیا اس کی خدمت کرتی ہے جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور جو دُنیا کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے وُہ اس کو ذلیل کرتی ہے۔" (فیوض یزدانی مجلس ۲۱)

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:

"دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع رکھنا جائز۔ مگر قلب میں رکھنا جائز نہیں۔ دروازے پر اس کا کھڑا ہونا جائز، مگر دروازے سے آگے گھسنا نہ جائز ہے اور نہ تیرے لیے باعثِ عزت ہے۔" (فیوض یزدانی مجلس ۵۱)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

حضرت شیخ صرف پند وموعظت پر اکتفاء نہیں فرماتے تھے، جہاں ضرورت سمجھتے تھے نہایت صاف گوئی اور جرأت کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے۔ حکام وسلاطین پر تنقید اور ان کے غلط افعال کی مذمت سے باز نہیں رہتے تھے اور اس بارے میں کسی کی وجاہت اور اثر ونفوذ کی مطلق پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

"آپ خلفاء، وزراء، سلاطین، قضاۃ، خواص وعوام سب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے اور بڑی صفائی اور جرأت کے ساتھ ان کو بھرے مجمعے میں اور برسرِ منبر علی الاعلان ٹوک دیتے جو کسی ظالم کو حاکم بناتا اس پر اعتراض کرتے اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی آپ کو پرواہ نہ ہوتی۔" (قلائد الجواہر ص ۸)

آپ سرکاری درباری علماء ومشائخ کو جنھوں نے حکامِ وقت کی مصاحبت اختیار کی تھی، خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت، اے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنو! اے بندگانِ خدا کے ڈاکوؤ! تم کھلے ظلم اور نفاق میں مبتلا ہو۔ یہ نفاق کب تک رہے گا؟ اے عالمو! اے زاہدو! شاہان و سلاطین کے لیے کب تک منافق بنے رہو گے؟ کہ ان سے دنیا کا زر و مال اور اس کی شہوات و لذات لیتے رہو۔ تم اور اکثر بادشاہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے مال اور اس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن بنے ہوتے ہیں۔ بارالٰہی! منافقوں کی شوکت توڑ دے اور ان کو ذلیل فرما، یا ان کو توبہ کی توفیق دے اور ظالموں کا قلع قمع فرما اور زمین کو ان سے پاک کر دے یا ان کی اصلاح فرما دے" (تاریخ دعوت و عزیمت بحوالہ فیوض یزدانی مجلس ۵)

اسی طبقہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تجھے شرم نہیں آتی کہ تیری حرص نے تجھ کو ظالموں کی خدمت گاری اور حرام خوری پر آمادہ کر دیا۔ تو کب تک حرام کھاتا اور دنیا کے ان ظالم بادشاہوں کا خدمت گار بنا رہے گا، جن کی خدمت میں لگا ہوا ہے انکی بادشاہت عنقریب مٹ جائے گی اور تجھے حق تعالیٰ کی خدمت میں آنا پڑے گا جس کی ذات کو کبھی زوال نہیں" (فیوض یزدانی مجلس ۵۲)

دین کے لیے دلسوزی اور فکرمندی:

حضرت شیخ دینی اور اخلاقی انحطاط کو ـــــ جس کا سب سے بڑا مرکز خود بغداد تھا ـــــ دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے اور عالمِ اسلام میں جو ایک عام دینی زوال رونما تھا اس کے آثار دیکھ کر ان کے سینے میں حمیتِ اسلامی اور غیرتِ دینی کا جوش اٹھتا تھا، وہ اپنے اس قلبی احساس اور درد کو چھپا نہیں سکتے تھے اور یہ دریا ان کے خطبات اور مواعظ میں امڈ آتا ہے۔

ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

"اسلام رو رہا ہے، اور ان فاسقوں اور ان بدعتیوں، گمراہوں، مکر کا لباس پہننے والوں کے ظلم سے اپنے سر کو تھامے ہوتے فریاد مچا رہا ہے۔ اپنے سابقین کو دیکھو کہ امر و نہی بھی کرتے تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے اور دفعۃً انتقال پا کر

ایسے ہو گئے گویا ہوئے ہی نہ تھے۔ تیرا دل کس قدر سخت ہے؟ کتا بھی شکار کھیلنے اور کھیتی اور مویشی کی نگہبانی اور مالک کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے حالانکہ وہ اس کو شام کے وقت صرف ایک دو نوالے یا ذرا سی مقدار کھانا دیا کرتا ہے اور تو ہر وقت اللہ کی قسم قسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا رہتا ہے مگر تو اس کی حکم عدولی کرتا اور اس کی شرعی حدود کی حفاظت نہیں کرتا۔" (فیوض یزدانی ص ۵۰۷)

تجدیدی مساعی کے اثرات و نتائج:

آپ کے پر تاثیر اور انقلاب آفریں مواعظ سے اہل بغداد کو عظیم الشان روحانی اور اخلاقی نفع پہنچا۔ ہزاروں انسانوں کی زندگی کے دھارے بدل گئے۔ آپ نے ان میں نئی دینی زندگی، نیا نظم و ضبط اور نئی حرکت و حرارت پیدا کر دی۔ پھر اپنے تجربہ و اجتہاد اور کتاب و سنت کے اصول و تعلیمات کے مطابق ان میں صحیح روحانیت و تقوٰی اور ان کی زندگی میں ایمان و احتساب اور ان کے اعمال و عبادات میں روح پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہی حقیقت ہے اس تربیت و بیعت کی جس سے دین کے مخلص داعیوں نے اپنے اپنے وقت میں احیاء و تجدید دین کا کام لیا اور لاکھوں بندگانِ خدا کو حقیقت ایمان اور درجۂ احسان تک پہنچا دیا۔ اس سلسلۂ زریں کے سر حلقہ اور گل سر سبد حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، جن کا نام اور کام اس میدان میں سب سے زیادہ روشن اور نمایاں ہے۔ حقائق و واقعات کو دیکھا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس دورِ انتشار میں اصلاح و تربیت کا اس سے زیادہ مؤثر اور کارگر ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا۔

سلسلۂ قادریہ:

حضرت شیخ سے پہلے دین کے داعیوں اور مخلص خادموں نے اس کام کی طرح ڈالی ہے لیکن حضرت شیخ نے اپنی دلآویز شخصیت، خداداد روحانی کمالات، فطری استعداد اور ملکہ اجتہاد سے اس طریقہ کو نئی زندگی بخشی، وہ نہ صرف اس سلسلہ کے ایک نامور امام، اور ایک مشہور سلسلہ (قادریہ) کے بانی ہیں بلکہ اس فن کی نئی تدوین و ترتیب کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ آپ کی زندگی میں لاکھوں انسان اس طریقہ سے مستفید ہو کر ایمان کی حلاوت سے آشنا اور اسلامی زندگی اور اخلاق سے آراستہ ہوئے اور آپ کے بعد آپ کے مخلص

خلفاء نے تمام ممالکِ اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدیدِ ایمان کا یہ سلسلہ جاری رکھا جن سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ یمن حضر موت اور ہندوستان میں پھر حضرمی مشائخ و تجار کے ذریعہ جاوا اور سماٹرا میں اور دوسری طرف افریقہ کے برِ اعظم میں لاکھوں آدمیوں کی تکمیلِ ایمان اور لاکھوں غیر مسلموں کے قبولِ اسلام کا ذریعہ بنا۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار مارگولیتھ نے لکھا ہے کہ بغداد میں قادریہ کا ایک مشہور مدرسہ اور رباط تھا۔ بغداد کے ایک شخص نے جو ۵۷۲ھ میں فوت ہوا وصیت کی تھی کہ اس کی وفات کے بعد اس کی کتابیں اس مدرسے کو دی جائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ادارے ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء میں بغداد کی تاخت و تاراج کے وقت ختم ہو گئے۔ اس وقت ان دونوں اداروں کے سربراہ شیخ عبدالقادر کے خاندان کے لوگ تھے، بیان کیا گیا ہے کہ شیخ کے بعد ان کے بیٹے عبدالوہاب (۵۵۲ھ تا ۵۹۳ھ) اور پھر ان کے بیٹے عبدالسلام (۶۱۱ھ / ۱۲۱۴ء) ان کے جانشین ہوئے۔ بغداد کی تباہی کے وقت اس خاندان کے متعدد افراد ہلاک ہوتے اور یہ ادارے بھی ختم ہو گئے۔ (ارشاد الاریب للیاقوت ج۴ ص۲۷۴ نیز بہجۃ الاسرار ص ۱۱۳ تا ۱۱۷)

قادریہ سلسلہ میں بہت زیادہ رواداری پائی جاتی ہے۔ اس کے اصول و قواعد شدت سے عاری ہیں۔ اس کے برعکس اکثر سلسلے ایسے ہیں کہ ان کے پیروؤں کے خیال میں نجات و فلاح کا دروازہ صرف اس شخص پر کھلا ہے جو اس سلسلے میں سبقت رکھتا ہے۔ یہ سختی قادریہ سلسلے میں نہیں۔ اگرچہ اس سلسلہ کے بانی حنبلی تھے لیکن اس کا دائرہ حنبلیوں تک محدود نہیں۔ ابوالفضل (تقریباً ۱۶۰۰ء) نے سلسلہ قادریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سلسلہ نہایت محترم و معزز ہے۔

(دیکھیے منتخب اللباب خانی خان مطبوعہ ۱۸۶۹ء۔ بغیۃ المرتاد قاہرہ ۱۳۲۹ھ، آئین اکبری ابوالفضل مترجمہ جیریٹ ج ۳ ص ۳۵۷۔ کشف، اسرار المشائخ لکھنؤ ۱۸۸۱ء۔ نیز مآثر الکرام مطبوعہ ۵۲ء، انتباہ فی سلاسل اولیا ماشد از شاہ ولی اللہ دہلوی، سکینۃ الاولیاء۔ دارا شکوہ۔ العلم الشامخ فی ایثار الحق علی الآباء والمشائخ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۸ھ)

خلاصہ یہ کہ سلسلہ قادریہ ان خصوصیات کا حامل ہے جو شیخ کی ذات اور انکی تعلیمات

میں پائی جاتی تھیں۔

حضرت شیخ کا وجود اس مادیت زدہ زمانے میں ایک آیۂ رحمت اور اسلام کا ایک زندہ معجزہ تھا۔ آپ کی ذات، آپ کے کمالات، بارگاہِ ایزدی میں آپ کی مقبولیت کے آثار، آپ کے اصحاب و تلامذہ اور تربیت یافتہ اصحاب کے اخلاق، سب اسلام کی صداقت کی دلیل اور اس کی زندگی کا ثبوت تھے۔

ایک طویل مدت تک عالم کو اپنے کمالاتِ ظاہری و باطنی سے مستفید کر کے ۵۶۱ھ میں نوّے سال کی عمر میں وفات پائی۔ صاحبزادہ حضرت شرف الدین عیسیٰ آپ کی وفات کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

توحید پر مشتمل آخری وصیت:

جب آپ اس مرض میں بیمار ہوئے جس میں انتقال فرمایا تو آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالوہاب نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے کہ آپ کے بعد اس پر عمل کروں، فرمایا:

> "ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو اور نہ اس کے سوا کسی سے امید رکھو اپنی تمام ضروریات اللہ کے سپرد کر دو، صرف اسی پر بھروسہ رکھو اور سب کچھ اسی سے مانگو، خدا کے سوا کسی پر وثوق اور اعتماد نہ رکھو۔ توحید اختیار کرو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے۔"

(تاریخ دعوت وعزیمت بحوالہ التکملہ رموز الغیب ص ۱۸۹-۱۹۲)

حضرت شیخ اس دُنیا سے تشریف لے گئے لیکن اپنے پیچھے دین کے داعیوں اور اخلاق کے مربیوں کی ایک جماعت چھوڑ گئے جس نے آپ کے کام کو جاری رکھا اس طرح آپ نے جن تجدیدی مساعی کا آغاز کیا تھا۔ ان کی تکمیل کا سلسلہ آپ کے بعد بھی سرگرم عمل رہا۔ حضرت شیخ کے بعد آپ کے خلفاء میں سے جن عارفین و مصلحین نے دعوت و تذکیر کا کام پوری مستعدی سے جاری رکھا ان میں شیخ شہاب الدین سہروردی ۵۹۳ھ — ۶۳۲ھ) کا نام سرفہرست ہے۔ جو طریقہ سہروردیہ کے بانی اور تصوّف کی مقبول ترین کتاب "عوارف و معارف" کے مصنف ہیں۔ تصوّف کو بدعات سے پاک کرنے اور کتاب و سنت کو اس کا ماخذ بنانے میں حضرت سہروردی نے تجدیدی کارنامہ انجام دیا۔

پھر ان کے خلیفہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے ہندوستان میں توحید کے علم کو سر بلند رکھا۔ ان تمام مساعی کا کریڈٹ دراصل شیخ جیلانی کو جاتا ہے جنہوں نے اس چشمہ فیض کو جاری کیا۔ (مرآۃ الجنان یافعی ج ۴ ص ۸۱۔ وفیات الاعیان ج ۴ ص ۱۱۹)

محولہ صدر کتب کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں:

مصادر و مآخذ:

۱۔ فوات الوفیات الکتبی ج ۲ ص ۲

۲۔ شذرات الذہب ابن العماد ج ۲ ص ۱۹۸

۳۔ مرآۃ الجنان الیافعی ج ۳ ص ۳۴۷

۴۔ ذیل طبقات الحنابلہ ابن رجب ص ۲۱۷

۵۔ تاریخ الکامل ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۲۱

۶۔ ہدیۃ العارفین البغدادی ج ۱ ص ۵۹۶

۷۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ص ۲۶۲، ۸۷۹، ۱۲۴

۸۔ بہجۃ الاسرار و معدن الانوار علی اللخمی الشطنوفی

۹۔ قلائد الجواہر فی مناقب عبد القادر محمد التافی

۱۰۔ الطبقات الشعرانی ج ۱ ص ۱۰۸

۱۱۔ النجوم الزاہرہ فی اخبار مصر والقاہرہ ج ۵ ص ۳۷۱

۱۲۔ سفینۃ الاولیاء داراشکوہ لکھنؤ ص ۴۳ تا ۵۸

۱۳۔ منتخب اللباب خافی خاں مطبوعہ ۱۸۶۹ء

۱۴۔ بغیۃ المرتاد مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۹ھ

۱۵۔ ارشاد الاریب یاقوت ج ۵ ص ۲۷۴

۱۶۔ مآثر الکرام غلام علی آزاد مطبوعہ ۱۷۵۲ء

۱۷۔ کشف اسرار المشائخ مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۸۱ء

۱۸۔ آئین اکبری ابو الفضل مترجمہ جیرٹ ج ۳ ص ۳۵۷

۱۹۔ العلم الشامخ فی ایثار الحق علی الآباء والمشائخ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۸ھ
۲۰۔ سکینۃ الاولیاء۔ دارا شکوہ
۲۱۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۲۲۔ التکملہ رموز الغیب ص ۱۸۹، ۱۹۲
۲۳۔ وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۴ ص ۱۲۰
۲۴۔ تقصار جیود الاحرار نواب صدیق حسن خاں ص ۶۳
۲۵۔ تاریخ فلاسفۃ الاسلام لطفی جمعہ مطبوعہ قاہرہ ص ۲۵۲
۲۶۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۱۲۔
۲۷۔ رحلۃ ابن جبیر ص ۲۲۳
۲۸۔ اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۲۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲ مقالہ عبدالقادر جیلانی
۳۰۔ غنیۃ الطالبین عربی مطبوعہ لاہور ج ۲ ص ۱۸۷

شعر و ادب

غزل

نعیم الحق نعیم

کتنی چیزیں ہیں کہ اُن سے ہمیں نفرت ہے بہت
اور کوئے یار میں اُن چیزوں کی وقعت ہے بہت

محفلِ عقل میں ہے طعنہ زنی ہم پہ، تو کیا
کوچۂ عشق میں دیوانوں کی عزت ہے بہت

پھر نہیں پلٹا جو اک روز گیا پی کے ادھار
ویسے واعظ کے امیں ہونے کی شہرت ہے بہت

اک سبب ہے، جو ملاقات ہے گاہے گاہے
ورنہ دل میں بخدا ان کی محبت ہے بہت

دستِ گلچیں کے مظالم کو سمجھنے کے لیے
چند مسلے ہوئے پھولوں کی شہادت ہے بہت

نفسِ بادِ صبا سرد رکھے ہے ورنہ،
سینۂ ہائے گل و لالہ میں حرارت ہے بہت